Presented by: https://jafrilibrary.com

سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۵۷

اسلامی قانونِ وراثت

از قلم حقیقت رقم

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی
مجتہد العصر دام ظلہ

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار بریہ
maablib.org

قیمت ۲ آنے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

امامیہ مشن پاکستان لاہور

کی بے لوث خدمات پر بیّن ثبوت وہ متعدد رسائل ہیں جو مختلف عناوین پر مطبوع ہو کر پبلک کے سامنے آئے ہیں۔ "اسلامی قانون وراثت" اس مقدس سلسلہ کا اکاونواں رسالہ ہے جو ادبی مضبوطی کے ساتھ ساتھ مخصوص لب و لہجہ کا آئینہ دار ہے۔ اس میں مصنف علّامہ نے روایتی اور درایتی حیثیت سے وراثت کے اصولی تنوع پر فاضلانہ بحث فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ شیعہ قانون وراثت قرآن کے مطابق ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قانون کو اہلِ قانون سے اخذ کرنے اور ارباب اجتہاد سے لینے میں غیر مبہم فرق ہے کیونکہ یقین اور ظن دو مختلف مفہوم ہیں جو ماخذ کے اعتبار سے مرتب ہوتے ہیں۔ عول اور تعصیب کے اہم مسائل جو عرصہ دراز سے موضوع بحث بنے ہوئے ہیں اس رسالہ میں اس خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں۔ جو ارباب فکر و نظر کو ایک پوشیدہ حقیقت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ راسخون فی العلم کے ذریعہ جو علم حاصل کیا جائے وہی حقیقی علم ہے۔ اس کے علاوہ ظن و قیاس ہیں۔

تعجب یہ ہے اسلامی قوانین کا اول ماخذ قرآن ہے۔ لیکن مسائل استنباط کرنے میں قرآن کا مفہوم اہل قرآن سے حاصل کرنے کے بجائے اہلِ قیاس سے لیا جاتا ہے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ قرآن کے بجائے قیاسات کا مجموعہ بن گئی۔

(جنرل سیکرٹری)

(تعلیمی پریس لاہور)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطاہرین ۔

اسلامی قانونِ وراثت کا اصل اصول یہ ہے کہ :-

اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ (انفال ۷)

"صاحبان قرابت ایک دوسرے کے ساتھ قانونِ الٰہی میں زیادہ خصوصی استحقاق رکھتے ہیں۔"

نیز یہ کہ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا (نساء آیت ۷)

"مردوں کا بھی اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ میں حصہ ہے اور عورتوں کا بھی ان کے ماں باپ عزیز اور اقارب کے متروکہ میں حصہ ہے کہ جو شریعت کی رو سے مقرر ہے۔"

اس طرح اس رواج کو کہ میراث میں صنف اناث کو حصہ نہ دیا جائے ختم کیا۔

اس اصول کے ماتحت حکم میراث کے دو۲ بنیادی رکن ہیں :-

(ایک۱) ہر شخص کے لیے حق ملکیت تسلیم کرنا ان اموال میں جن کی ملکیت ان اسباب سے جنھیں قانونِ مذہب نے معتبر قرار دیا ہے اسے

Presented by: https://jafrilibrary.com

حاصل ہے۔

(دوسرے) ہر شخص کے قرابتداروں کا اس کی ذات سے متعلق اشیاء میں اس کے بعد ایسا خصوصی حق تسلیم کرنا جس میں ایک حد تک خود اس کی مرضی کو بھی دخل نہیں ہے۔

قرابت کی دو قسمیں ہیں: ایک ولادت اور نسل کے تعلق سے اور دوسرے بغیر پیدائشی رشتہ کے کسی خاص تعلق کے ذریعہ سے۔

پہلی قسم کی قرابت کو نسب کہتے ہیں اور دوسری کو سبب۔ یہ قرابت عارضی بھی ہوتی ہے جو تعلق کے ختم ہونے سے قطع ہو جاتی ہے۔

نوعیت استحقاق

اسلام میں جو حقوق مالی مسلمانوں کے ذمہ عائد ہیں وہ جن افراد کو ملنا چاہئیں ان کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان میں اعتبار لینے والوں کے اوصاف اور حالات کا ہے، جیسے زکوٰۃ اور خمس جس کے مستحق وہ غیر سید یا سادات افراد ہوتے ہیں جو شرعی اصطلاح کے مطابق فقیر ہیں یعنی سال بھر کے کھانے کا سہارا نہیں رکھتے۔ اگرچہ وہ عارضی حیثیت سے محتاج ہو گئے ہوں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جو اپنے وطن سے دور ہونے کی وجہ سے پریشان حال ہو، چاہے وہ اپنے گھر میں کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو۔

دوسرے وہ کہ جن میں اعتبار اس شخص کے ساتھ نسبی یا سببی قرابت کا

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے، جیسے نان و نفقہ جو بیوی کے لیے زندگی میں واجب ہے یہ ذمہ داری اس رشتہ کی بنا پر ہے اس میں اعتبار بیوی کی ذاتی حیثیت کا نہیں ہے۔ ایسی ہی چیز ہے میراث جو بعد موت ہوتی ہے۔ اس کا نسبی یا سببی رشتہ داریوں کے ساتھ تعلق ہے جو انسان کے اس عام فطری رجحان کی ہمت افزائی ہے کہ اسے اپنے بعد کے لیے اپنے قرابتداروں کا لحاظ ہونا چاہیئے اور وہ اپنے سے وابستہ املاک کا غیروں کے پاس جانا عموماً پسند نہیں کرتا۔

ہو سکتا ہے بعض اشخاص اس کے خلاف رجحان رکھتے ہوں مگر شریعت کہ جو مطابق فطرت ہے اپنے قوانین کو اوسطاً معتدل طبیعت والے افراد کے نفسیات کے مطابق رکھتی ہے اور صحت مند تصورات کی ہمت افزائی کرتی ہے۔ ایسے غیر معتدل رجحانات رکھنے والے افراد کے لیے اس نے وصیت کا دروازہ کھلا رکھا۔ یا اپنی زندگی میں جسے چاہیں ہبہ اپنی املاک ہبہ کر دینے کا جس میں ثلث کی بھی قید نہیں ہے۔ جو رضائے ورثہ نہ ہونے کی صورت میں وصیت کے لیے معتبر قرار دی گئی ہے۔

میراث میں استحقاق کا دارومدار صرف قرابت پر ہے انکی ذاتی حیثیت غربت و افلاس اور وریثہ جاہی کا کوئی لحاظ نہیں ہے اگر دو عزیز ہیں اور ایک قرابت زیادہ رکھتا ہے اور دوسرا کم تو جسکی قرابت زیادہ ہو وہ وارث ہوگا چاہے حیثیت کے لحاظ سے وہ کوئی امیر کبیر ہو اور جس کی قرابت دور کی ہو وہ وارث نہ ہوگا۔ چاہے وہ انتہائی محتاج اور بے نوا ہو۔ ہاں صلۂ رحم کی بنا پر وہ غنی اگر خود اس محتاج کو سب مال دیدے تو وہ اس کا فعل ہے اس کا میراث سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے۔ واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا (احزاب آیۃ ۶)

یعنی میراث کے حقدار تو وہی ہیں جو قرابت کے لحاظ سے زیادہ قریب ہوں۔ لیکن مخصوص آدمیوں کے ساتھ تم خود حسنِ سلوک کرنا چاہو تو وہ اور بات ہے یا جیسا کہ پہلے ہم کہہ چکے ہیں میت خود بطور وصیت دور والوں کے لیے کوئی مقدار مقرر کر دے۔ [1]

ورثہ کے طبقات کی تقسیم شرعِ اسلامی میں تمام تر اسی اصول پر ہے۔

طبقاتِ میراث

نسبی رشتہ سے میراث پانے والوں کے تین طبقے ہیں۔ ان میں سے ہر پہلے طبقہ کے کسی وارث کی موجودگی میں دوسرے طبقہ والوں کو میراث نہیں ملتی

پہلا طبقہ

والدین اور اولاد:۔

چونکہ قرابت نسبی کی بنیاد تناسل پر ہے، اس لیے شخص کو درمیان میں رکھ کر جب خط کھینچیے تو یکساں طور پر ایک خط اوپر کھنچتا ہے تو وہ ان تک پہنچتا ہے جن سے براہِ راست یہ پیدا ہوتا ہے اور وہ باپ ماں ہیں اور ایک خط نیچے کھنچتا ہے

[1] جیسا کہ تفسیر میں ہے یعنی بالوصیۃ (صافی)

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تو وہ ان تک پہنچتا ہے جو اس سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ اس کے بیٹے بیٹیاں ہیں یہ دونوں طبقے میت سے برابر کا رشتہ رکھتے ہیں[1]۔ باقی جتنے قسم کے اعزا سے بھی قرابت ہو گی وہ انہی کے ذریعہ سے ہو گی۔ ان کے برابر نہیں ہو سکتی۔

دوسرا طبقہ

اجداد و اخوہ :۔

باپ ماں سے پھر دو خط کھنچتے ہیں۔ ایک ان کے اوپر اور ایک نیچے۔ اوپر باپ اور ماں کے باپ ماں ۔ یہ اجداد ہیں اور نیچے باپ ماں کی اولاد۔ یہ میت کے بھائی بہن ہوتے ہیں۔ یہ دو قسم کے رشتہ دار ہیں وہ جن کا نسلی رشتہ میت تک ایک واسطہ سے پہنچتا ہے۔ یعنی باپ ماں کے باپ ماں اور باپ ماں کے بیٹے بیٹیاں۔ اس وجہ سے میت کے ساتھ قرابت میں یہ دونوں صنفیں مساوی درجہ رکھتی ہیں۔

تیسرا طبقہ

چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ۔ ان سے قرابت دادا دادی اور نانا نانی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ انکی اولاد ہیں۔

ان تمام طبقات میں کہیں پہلے طبقہ کی موجودگی میں دوسرے طبقہ والے کو نہیں ملتا باپ ماں اور اولاد کی موجودگی میں دادا اور نانا وغیرہ اور بھائی بہنوں کو نہیں ملتا۔ اور انکی موجودگی میں پھوپھی وغیرہ کو نہیں ملتا۔

مذکورہ رشتوں میں یہ امر بالکل نمایاں ہے کہ اولاد اپنے مافوق کے لحاظ سے طبقہ میں متاخر ہوا کرتی ہے۔

[1] جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔ لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا (نسا، آیت ۱۱)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بھائی والدین کی اولاد ہیں تو والدین طبقۂ اولیٰ میں ہیں، انکی اولاد بھائی دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اسی طرح چچا اور ماموں وغیرہ اجداد کی اولاد ہیں تو اجداد طبقۂ دوم میں ہیں، اور چچا، ماموں وغیرہ طبقۂ سوم میں ہیں۔

یہ وہاں ہے جہاں عرفِ عام میں اولاد کا کوئی خاص رشتہ ہو جسکا کوئی مستقل نام ہو۔ جیسے باپ اور ماں کی اولاد کو عربی میں اخوہ کہا جاتا ہے۔ دادا اور نانا کی اولاد کو عم و خال وغیرہ کہا جاتا ہے، لیکن جہاں عرفِ عام میں اولاد کا کوئی نام نہیں ہے وہاں یہ اصول ہے کہ یقومون مقام ابائھم عند فقدھم "یہ اپنے باپ اں کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ ان کے مفقود ہونے کی حالت میں"، یہاں یہ ہوتا ہے کہ طبقہ انکا کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ مگر مرتبہ دوسرا ہو جاتا ہے مثلاً بھائی بہن کی اولاد۔ اردو میں اگر بھتیجے بھانجے کا ایک رشتہ ہے مگر عربی میں بھتیجے اور بھانجے کیلیے کوئی مستقل عنوان نہیں ہے۔ وہ بس ابن الاخ اور ابن الاخت کی لفظ سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح چچا اور ماموں کی اولاد کا کوئی مستقل رشتہ نہیں ہے۔ وہ بس ابن العم اور ابن الخال کہے جاتے ہیں۔ اسی طرح خود اپنے پوتوں نواسوں اور نواسیوں کے لیے نام الگ الگ نہیں ہیں۔ اگرچہ ابناء کے ساتھ حفدہ کا لفظ ان کے لیے وارد ہوا ہے مگر جب لفظ اولاد یا ابناء تنہا ہو تو وہ اسی میں داخل ہوتے ہیں[1]۔ لہٰذا ان کا حکم بھی وہی ہے۔ اور وہ یہ کہ بیٹے اور پوتے میں طبقہ مختلف نہیں ہوتا۔ مگر مرتبہ مختلف ہوتا ہے لہٰذا بہرحال بھائی کی موجودگی میں بھتیجے کو سگے چچا یا سگے ماموں کی

---

[1] بے شک اجداد بھی لفظ "آباء" کے تحت میں داخل ہیں مگر قرآن مجید میں "آباء" کے لفظ کے ساتھ میراث کا اعلان نہیں کیا گیا ہے بلکہ ارشاد ہوا ہے۔ ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد۔

یہاں ابوین والدین کا لفظ آیا ہے۔ اس میں اجداد داخل نہیں ہیں۔ اسلیئے انکا طبقہ مختلف ہو گیا۔ مگر اولاد کی میراث کیلئے ... لفظ ... تو وغیرہ داخل ہیں اس لیے وہ اسی طبقہ میں قرار پائے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

موجودگی میں چچا زاد بھائی یا ماموں زاد بھائی وغیرہ کو اور اس طرح بیٹے یا بیٹی کی موجودگی میں پوتے پوتی یا نواسے نواسی کو حصہ نہیں ملے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی خاص حکم پوتے پوتی کے لیے نہیں ہے بلکہ پورا نظام میراث اسی اصول پر مبنی ہے۔ لہٰذا جو شخص اس قانون میں ترمیم کرے گا اسے پورے قانون میراث ہی کو تبدیل کرنا ہوگا۔ اور نظام شریعت سے مختلف ایک پورا نظام میراث کا ایجاد کرنا پڑیگا

وحدت طبقہ کا نتیجہ

طبقہ اور مرتبہ کے اختلاف کا ثمرہ فقط اس چیز میں ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں اولاد طبقہ میں متاخر ہوتی ہے وہاں متقدم طبقہ والا دوسری صنف کا وارث بھی اس اولاد کے لیے ارث سے مانع ہو جاتا ہے جیسے اخوہ جو ابوین کی اولاد ہیں۔ چونکہ طبقہ میں نیچے چلے گئے ہیں۔ اس لیے اگر میت کے ابوین نہ ہوں بلکہ میت کی اولاد ہو جو ابوین کے ساتھ ایک طبقہ میں ہے تو وہ بھی اخوہ کی مانع ہو جائیگی۔ اسی طرح اعمام و اخوال جو اجداد کی اولاد ہیں چونکہ طبقہ میں نیچے اتار دیے گئے ہیں اس لیے اجداد بھی ہوں بلکہ اخوہ ہوں تو وہ بھی اعمام اخوال کے لیے مانع قرار پا جائیں گے۔ لیکن اگر طبقہ تاخر نہیں ہے تو بس اپنی ہی صنف میں اگر کوئی مرتبہ میں مقدم ہے تو وہ مانع ہوگا۔ مگر دوسری صنف کا وارث جو اسی طبقہ میں ہے وہ اس اولاد کا مانع نہیں ہوگا۔ مثلاً جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے بھائی بھتیجے سے مرتبۃً مقدم ہے۔ اس لیے بھائی کے ہوتے بھتیجے کو نہیں ملے گا۔ لیکن اگر بھائی بہن کوئی نہ ہو۔ اجداد ہوں اور بھتیجے بھتیجیاں ہوں تو اجداد بھتیجے بھتیجیوں کے حاجب نہیں ہوں گے۔ بلکہ اجداد کو ان کا حصہ ملیگا۔ اور بھتیجوں بھتیجیوں وغیرہ کو بھائیوں والا حصہ ملیگا۔ یہی حکم پوتوں کا ہے۔ اگر طبقہ میں وہ مؤخر ہوتے تو اولاد نہ بھی ہوتی بلکہ میت کے والدین ہوتے تو والدین بھی ان کے لیے مانع ہو جاتے۔ وہ طبقۃً اخوہ اور اجداد کے برابر قرار پاتے لیکن چونکہ لفظاً اولاد میں اندراج کی وجہ سے طبقہ انکا نہیں بدلا ہے۔ اسلئے بس اپنی صنف میں اگر مرتبۂ قریب تر یعنی بیٹا موجود ہو تو پوتے کو نہیں ملیگا۔ لیکن اگر بیٹا بیٹی کوئی نہیں ہے پوتے پوتیاں یا نواسے نواسیاں ہی ہوں تو وہ اپنے باپ ماں والا حصہ پائیں گے۔ چاہے میت کے والدین بھی موجود

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہوں۔ اس صورت میں والدین کو ان کا حصہ ملیگا جو اولاد کے ساتھ انھیں ملنا چاہیئے۔ اور پوتے پوتیوں نواسے نواسیوں کو ان بیٹوں بیٹیوں والا حصہ ملے گا جن کی یہ اولاد ہیں۔

اقسام ورثہ

وارثوں میں کچھ وہ ہیں جنکا نام لیکر حصہ قرآن مجید میں مقرر کر دیا گیا ہے، ان کو ذوی الفروض کہا جاتا ہے ذوی الفروض حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ایک بیٹی۔ اس کے لیے آدھا ترکہ (نصف) ہے (وان کانت واحدۃ فلھا النصف) (نساء ۱۱)

(۲) ایک سے زیادہ بیٹیاں، ان کیلئے دو تہائی (ثلثان) مقرر ہیں۔ (فان کن نساء فوق اثنتین[له] فلھن ثلثا ما ترک) (نساء ۱۱)

(۳) والدین بصورت اولاد جن میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ (سُدُس) (ولابویه لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان له ولدٌ) (نساء ۱۱)

(۴) ماں در صورت وجود برادران میت۔ اس کا بھی چھٹا حصہ ہے۔ حالانکہ خود بھائی ماں کی موجودگی میں میراث کے مستحق نہیں ہیں مگر وہ ماں کے حصہ پر اثر انداز ہوجاتے ہیں (فان کان له اخوۃ فلامه السدس) (نساء ۱۱)

چونکہ قرآن مجید میں جمع کا لفظ آیا ہے اس لیے بھائی حاجب اسی وقت ہوں گے جب ایک سے زیادہ ہوں اور چونکہ حکم میراث میں عورت مرد کی نصف ہے اس لیے دو بہنیں حکم میں ایک بھائی کے قرار پائیں گی لہٰذا چار بہنیں ہوں یا ایک بھائی اور دو بہنیں ہوں، اس وقت یہ حکم جاری ہوگا۔[له]

[له] الفاظ قرآن میں صراحت فوق اثنتین کی کی گئی ہے جس سے دو سے زیادہ کا حکم معلوم ہو۔ لیکن چونکہ اس کے مقابل وان کانت واحدۃ کہا گیا ہے اس سے استفادہ ہوتا ہے کہ دو کا حکم بھی یہی ہے۔ الامۃ اجتمعت علیٰ ان حکم البنتین حکم مازاد علیھما من البنات (المجمع)

[له] والاختان بمنزلۃ اخ واحد (صافی)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

(۵) ماں در صورتیکہ نہ اولاد میت کی موجود ہو اور نہ بھائی۔ اس صورت میں اس کے لیے ایک تہائی (ثُلُث) مقرر ہے (فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث (نساء ۱۱)

(۶) مادری بھائی بہن (کلالۃ الام)، اگر ایک ہو تو اس کے لیے سُدس ہے اور ایک سے زیادہ ہوں تو ثلث (وان کان رجل یورث کلالۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس وان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث (نساء ۱۲)

(۷) بہنیں (حقیقی یا علاتی) متعدد ہوں تو دو تہائی (ثلثین) اور اگر ایک ہو تو نصف (ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان مما ترک (نساء ۱۷۷)

ان کے علاوہ وہ ہیں جنہیں میراث شرعاً ملتی ہے مگر حصہ ان کا نام لے کر معین نہیں ہوا ہے۔ عموم آیۂ اولوا الارحام کے تحت میں وہ حصہ پاتے ہیں۔ نیز اس آیت کے عموم کے تحت کہ ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون (یعنی) ماں باپ اور دوسرے قرابتدار جو بھی ترکہ چھوڑیں۔ ہر ایک کے لیے ہماری جانب سے اعزاء کو وارث قرار دیا گیا ہے۔ (نساء ۳۳) ایسے ورثہ کو اصحاب قرابت کہتے ہیں۔

تقسیم میراث کا اصول

جب دونوں قسم کے ورثہ ایک ہی طبقہ والے جمع ہوں۔ کچھ وہ جو ذوی الفروض ہوں اور کچھ وہ جو اصحاب قرابت ہیں تو اصول یہ ہے کہ پہلے ذوی الفروض کا جو حصہ مقرر ہے وہ ان کے لیے نکال دیا جائیگا۔ پھر باقی اصحاب قرابت کو ملے گا۔ مثلاً :-

پہلے طبقہ میں والدین اور اولاد ہے۔ ان میں فرض کیجیے کہ میت کے ماں باپ ہیں اور اسکا ایک بیٹا یا کئی بیٹے یا بیٹے بیٹیاں ہیں تو یہاں ماں باپ ذوی الفروض ہیں سے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے قرآن مجید میں اولاد کے ہوتے ہوئے سُدس یعنی چھٹا حصہ معین کر دیا گیا لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو ایک سدس دے دیا جائیگا۔ اولاد جو موجود ہے وہ اسی طبقہ میں ہے۔ مگر اس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اصحاب قرابت ہیں۔ باقی سب اس کو مل جائیگا۔ اگر ایک بیٹا ہے تو پورا اس کو اور اگر کئی بیٹے ہیں تو برابر سے تقسیم اور بیٹے بیٹیاں ہیں تو

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

للذکر مثل حظ الانثیین بیٹے کو دوہرا اور بیٹی کو اکہرے حساب سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر باپ ماں کے ساتھ بیٹی یا بیٹیاں ہوں تو یہاں دونوں صنفیں ذوی الفروض ہیں۔ کیونکہ جس طرح والدین کا حصہ مقرر ہے اسی طرح بیٹی کے لیے نصف اور دو کے لیے ثلثان بھی قرآن میں موجود ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں بیٹی اور بیٹیوں کا حصہ بھی جو معین ہے نکالا جائیگا۔ اور باپ ماں کا بھی۔ لیکن اگر صاحب قرابت طبقہ اولیٰ میں ہے اور ذوی الفروض طبقہ ثانیہ میں تو میراث طبقہ اولیٰ کو مل جائے گی۔ اگرچہ وہ ذوی الفروض نہ ہو۔ اور طبقہ ثانیہ والا باوجود ذوی الفروض ہونے کے محروم ہوگا۔ جیسے بیٹا اور ایک بہن۔ بیٹے ذوی الفروض نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں ہے لیکن بہن کا حصہ قرآن میں مقرر ہے پھر بھی چونکہ بیٹے اقرب ہیں اس لیے وہ وارث ہوں گے اور بہن کو ان کی موجودگی میں میراث نہیں مل سکتی۔

سببی رشتہ کی میراث

سببی رشتہ میں شوہر اور زوجہ کا حصہ مقرر ہے:۔

شوہر کے لیے بموجودگی اولاد چوتھائی (ربع) اور بغیر اولاد آدھا (نصف) مقرر ہے اور زوجہ کے لیے بصورت وجود اولاد آٹھواں حصہ (ثمن) اور بغیر اولاد کے ربع معین ہے (ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین (نساء ۱۲)

شوہر اور زوجہ نسبی ہر طبقہ کے ساتھ میراث کے حقدار ہوتے ہیں ان جو ان کا حصہ ہو وہ پہلے ان کے لیے نکال لیا جاتا ہے پھر اور وارثوں کے حصے دیکھے جاتے ہیں مثلاً اگر شوہر اور کئی بہنیں ہیں تو چھ میں سے شوہر کو آدھا یعنی تین حصے دیے جائیں گے اور باقی تین بہنوں کو ملیں گے۔ حالانکہ حصہ ان کا دو تہائی یعنی چھ میں چار ہوتے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

عصبہ کے لیے کوئی خصوصیت نہیں

قرآن نے عام اصول میراث کا یہ بتایا ہے کہ اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض یعنی جو قرابت میں قریب تر ہوں انھیں میراث کا استحقاق ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ صاحبان فرض ہوں یعنی ان کا حصہ مخصوص مقرر ہو۔ یا بغیر صاحب فرض ہوں۔ پدری رشتہ دار ہوں یا مادری اور صنف ذکور سے ہوں یا اناث سے لہذا اگر قریب تر موجود ہیں اور وہ صاحب فرض ہیں تو ان کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی متروکہ بھی بربنائے قرابت دے دیا جائے گا۔ ان کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں کو جو عصبہ کہلاتے ہیں کوئی جز بھی دینا عموم حکم قرآنی کے خلاف ہے[1]۔

اسی طرح دوسری آیت للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا۔

یہاں بھی قرابت کو معیار وراثت قرار دیا ہے جس میں ظاہر کر دیا ہے کہ مرد اور عورت کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ لہذا اقرب کو چھوڑ کر عصبہ کو میراث دلوانا اور باوجود قرب کے اناث کو محروم کر دینا بھی تعلیم قرآن کے خلاف ہے[2]۔

یہ ہمارے اور اہل سنت کے درمیان ایک بنیادی نکتہ خلاف ہے جس میں قرآن ہمارے ساتھ ہے۔

مثال:۔ میت نے ایک بیٹی چھوڑی اور ایک بہن۔ یہاں اہل سنت کہتے ہیں کہ بیٹی کو نصف

---

[1] علامہ طبرسی فرماتے ہیں۔ وفی قولہ اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض دلالۃ علی ان من کان اقرب الی المیت فی النسب کان اولی بالمیراث سواء کان ذا سھم او غیر ذی سھم او عصبۃ او غیر عصبۃ (مجمع البیان)

[2] طبرسی لکھتے ہیں ھذہ الآیۃ تدل علی بطلان القول بالعصبۃ لان اللہ تعالی فرض المیراث للرجال و للنساء فلو جاز منع النساء من المیراث فی موضع لجاز ان یختص الرجال بحرمانھن فی المنع من المیراث وتدل ایضاً علی ان ذوی الارحام یرثون لانھم من جملۃ النساء والرجال الذین مات عنھم الاقربون (مجمع)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دینے کے بعد نصف عصبہ کی حیثیت سے بہن کو دے دیا جائے گا۔ حالانکہ حسب اصول میراث یہ ہو گیا کہ اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض یعنی جو قرابت میں قریب ہو وہ اولیٰ بالمیراث ہے تو میراث کے کسی ایک حصہ کو بھی قریب کے ہوتے ہوئے دور کو دلوانا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اسی لیئے ترجمان القرآن جرالامة عبداللہ بن عباس کا فتویٰ اس بارے میں فقہ امامیہ کے مطابق تھا کہ پوری میراث بیٹی کو ملے گی اور اس کے ہوتے ہوئے بہن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

عصبہ کا دوسرا اصول یہ ہے کہ قرابتداروں میں غیر ذوی الفروض میں اگر ایک ہی درجہ میں ذکور اور اناث دونوں موجود ہوں تو بحیثیت عصبہ کے مردوں کو ملیگا۔ عورتوں کو نہ ملے گا حالانکہ حسب قرآن نے اعلان کر دیا کہ مرد اور عورت دونوں کا میراث میں حصہ ہے تو انھی دطبقہ کے باوجود مردوں کو میراث سے مخصوص کرنا بھی کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ بلکہ بقول جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے یہ زمانہ جاہلیت کے بقیہ آثار میں سے ہے کہ اس زمانہ میں عورتوں کو مردوں کے ہوتے ہوئے میراث کا حق دار نہ سمجھا جاتا تھا[1] اور قرآن نے اس کے بالمقابل تنبیہہ کی ہے۔ کہ افحکم الجاھلیۃ یبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون "کیا مسلمان ہو کر بھی یہ جاہلیت کے احکام کی پیروی کریں گے۔ حالانکہ صاحبان یقین کے لیئے اللہ سے بڑھ کر کس کے احکام درست ہو سکتے ہیں (مائدہ ۵۱)

ظاہر ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں روایات کا کوئی وزن سمجھا نہیں جا سکتا ہے جبکہ ان کے مقابلہ میں اہل بیت معصومین علیہم السلام کے متفقہ روایات قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق موجود ہیں اور وہ اس کے خلاف عصبہ کے استحقاق کی نفی کرتے ہیں۔

مسئلہ عول

ایک خاص اختلاف ہم میں اور اہلسنت میں اس موقع پر ہے کہ حسب ال بعینہ حصول ہے کم پڑتا ہو یعنی موجودہ ورثہ کے لحاظ سے از روئے قرآن جتنے حصے ہونا چاہیئں وہ سب ایک

[1] توریث الرجال دون النساء مع المساواۃ فی القربیٰ والدرجۃ من احکام الجاھلیۃ قد نسخ اللہ تعالیٰ بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکام الجاھلیۃ (انتصار)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ساتھ نکل ہی نہ سکتے ہوں جیسے کوئی عورت دنیا سے اٹھی اور ورثہ میں اس نے ایک شوہر چھوڑا اور والدین چھوڑے اور دو بیٹیاں۔

اس صورت میں شوہر کو ربع ملنا چاہیئے۔ والدین کو سدسین اور بیٹیوں کو ثلثین مگر جب ہم نے تمام متروکہ کے بارہ حصے کر کے ثلثین یعنی آٹھ دونوں بیٹیوں کو دے دیئے اور سدسین یعنی چار ماں باپ کے سپرد کر دیئے تو مال پورا ختم ہو گیا اب شوہر کے لیئے چوتھائی متروکہ یعنی بارہ میں سے تین کہاں سے آئیں اور اگر ہم شوہر کو تین دے دیں لڑکیوں کو ثلثین یعنی ۸ دیدیں تو یہ ہو گئے گیارہ۔ اب صرف ایک رہ گیا۔ یہ والدین میں سے ایک کا بھی پورا حصہ نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کو بارہ میں سے دو ملنا چاہیئیں چہ جائیکہ دونوں کے لیے۔

اس صورت میں فقہائے اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ سب حصوں کو جمع کر لیا جائے یعنی بارہ میں سے بیٹیوں کو ۸ ملنا چاہئیں۔ والدین کو ۴ اور شوہر کو ۳۔ یہ سب ہوئے پندرہ۔ لہذا تمام متروکہ کو ۱۵ حصوں پر تقسیم کر کے بانٹ دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کو بھی اس کا پورا حصہ نہیں ملا۔ کیونکہ بیٹیوں کو حصہ حقیقتاً بارہ میں کے آٹھ تھے۔ جو کہ ثلثین تھے نہ کہ پندرہ میں کے ۸۔ اب ظاہر ہے کہ پورے مال کے ۱۲ حصے کر کے آٹھ دیئے جائیں تو وہ حصے بڑے ہوں گے۔ اور ۱۵ حصے کر کے ۸ دیئے گئے تو یقیناً اس سے کم ہوں گے۔ اسی طرح ابوین کو سدسین ملنا چاہیئیں تھے سو وہ حقیقتاً ۱۲ میں سے ۴ تھے۔ اب ۱۵ حصے کر کے ۴ دیئے تو وہ اس سے کم ہیں کہ جتنا ان کو ملنا چاہیئے تھا اور یونہی شوہر کا حصہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ ابوین کو متروکہ کے سدسین ملے نہ لڑکیوں کو ثلثین اور نہ شوہر کو ربع دستیاب ہوا۔

اہل بیت معصومینؑ نے جو شریعتِ اسلام کی ترجمانی فرمائی ہے اس کے رو سے اس محل پر متروکہ کے وہی بارہ حصے کیے جائیں گے جو کہ ہونا چاہئیں مگر ورثہ میں یہ دیکھا جائیگا کہ کس کے حصہ کو نظر شارع میں زیادہ اہمیت حاصل ہے اور کس کو اتنی اہمیت نہیں ہے۔

اس اہمیت کا اصول یہ بتایا گیا ہے کہ جن کے لیے شریعت میں دو سہم مقرر کیے گئے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہیں۔ مثلاً شوہر در صورت عدم اولاد اسکا نصف ہے اور در صورت وجود اولاد اس کا ربع ہے۔ اسی طرح ماں۔ اسے ایک صورت میں ثلث ملتا ہے۔ اور پھر دوسری صورت میں سدس۔ انھیں سمجھنا چاہیے کہ شرعاً انکی اہمیت ہے کیونکہ ان کے لیے کمی کے بعد بھی ایک حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کم انھیں نہ ملنا چاہیے۔ اور جس کے لیے بس ایک حصہ مقرر ہے اور پھر دوسری شکل میں کچھ مقرر نہیں ہے جیسے ایک لڑکی اس کے لیے تنہا ہونے کی شکل میں نصف ہے اور اگر لڑکا موجود ہو تو پھر کوئی خاص حصہ معین نہیں ہے۔ بلکہ جو اس کے حصہ میں تقسیم کے بعد آ جائے۔ اسی طرح دو لڑکیاں ان کے لیے تنہا ہونے کی شکل میں ثلثین ہیں۔ لیکن لڑکا موجود ہے تو بس لڑکے کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا دیا جائیگا جتنا بھی پڑ جائے۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انھیں اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی پہلی قسم کے ورثہ کو ہے۔ لہٰذا جب متروکہ سب ورثہ کو باعتبار سہام نہیں پہنچ سکتا تو پہلی قسم کے ورثہ کو تو ان کے حصے پورے دے دیے جائیں گے۔ اور باقی جو بچے گا وہ دوسری قسم کے وارث کو ملے گا۔ لہٰذا مذکورہ صورت مسئلہ میں کہ ایک شوہر ہے اور ماں باپ اور دو بیٹیاں۔ یہ ہونا چاہیے کہ شوہر کو اس کا ربع پورا دے دیا جائے اور والدین کو سدسین دے دیے جائیں اور باقی دونو بیٹیوں کو۔

صحیح طور پر تقسیم کرنا ہو تو متروکہ کے ۲۴ حصے کر دیے جائیں۔ چوتھائی یعنی چھ شوہر کو۔ سدسین یعنی آٹھ والدین کو اور باقی رہ گئے دس۔ وہ دونوں لڑکیوں کو پانچ پانچ برابر سے دے دیے جائیں۔

اس طرح کمی صرف بیٹیوں کے حصہ میں ہوئی۔ باقی ورثہ کو ان کا پورا حصہ مل گیا۔

والسلام

علی نقی النقوی

maablib.org

Presented by: https://jafrilibrary.com